دے ہم تو اب [1] اپنے رب سے ہی آرزو رکھتے ہیں۔(۳۲)

كَذٰلِكَ الْعَذَابُ ۖ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۳﴾

یوں ہی آفت آتی ہے [2] اور آخرت کی آفت بہت بڑی ہے۔ کاش انہیں سمجھ ہوتی۔ [3] (۳۳)

اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿۳۴﴾

پرہیز گاروں کے لیے ان کے رب کے پاس نعمتوں والی جنتیں ہیں۔ (۳۴)

اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ ﴿۳۵﴾

کیا ہم مسلمانوں کو مثل گناہ گاروں کے کر دیں گے۔ [4] (۳۵)

مَا لَكُمْ ۟ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿۳۶﴾

تمہیں کیا ہو گیا' کیسے فیصلے کر رہے ہو؟(۳۶)

اَمْ لَكُمْ كِتٰبٌ فِيْهِ تَدْرُسُوْنَ ﴿۳۷﴾

کیا تمہارے پاس کوئی کتاب [5] ہے جس میں تم پڑھتے ہو؟(۳۷)

اِنَّ لَكُمْ فِيْهِ لَمَا تَخَيَّرُوْنَ ﴿۳۸﴾

کہ اس میں تمہاری من مانی باتیں ہوں؟(۳۸)

اَمْ لَكُمْ اَيْمَانٌ عَلَيْنَا بَالِغَةٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۙ اِنَّ لَكُمْ لَمَا تَحْكُمُوْنَ ﴿۳۹﴾

یا تم نے ہم سے کچھ قسمیں لی ہیں؟ جو قیامت تک باقی رہیں کہ تمہارے لیے وہ سب ہے جو تم اپنی طرف سے مقرر کر لو۔ [6] (۳۹)

---

(۱) کہتے ہیں کہ انہوں نے آپس میں عہد کیا کہ اب اگر اللہ نے ہمیں مال دیا تو اپنے باپ کی طرح اس میں سے غربا و مساکین کا حق بھی ادا کریں گے۔ اسی لیے ندامت اور توبہ کے ساتھ رب سے امیدیں بھی وابستہ کیں۔

(۲) یعنی اللہ کے حکم کی مخالفت اور اللہ کے دیے ہوئے مال میں بخل کرنے والوں کو ہم دنیا میں اسی طرح عذاب دیتے ہیں۔ (اگر ہماری مشیت اس کی مقتضی ہو)

(۳) لیکن افسوس وہ اس حقیقت کو نہیں سمجھتے' اس لیے پروا نہیں کرتے۔

(۴) مشرکین مکہ کہتے تھے کہ اگر قیامت ہوئی تو وہاں بھی ہم مسلمانوں سے بہتر ہی ہوں گے' جیسے دنیا میں ہم مسلمانوں سے زیادہ آسودہ حال ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے جواب میں فرمایا' یہ کس طرح ممکن ہے کہ ہم مسلمانوں یعنی اپنے فرماں برداروں کو مجرموں یعنی نافرمانوں کی طرح کر دیں؟ مطلب ہے کہ یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ اللہ تعالیٰ عدل و انصاف کے خلاف دونوں کو یکساں کر دے۔

(۵) جس میں یہ بات لکھی ہو جس کا تم دعویٰ کر رہے ہو' کہ وہاں بھی تمہارے لیے وہ کچھ ہو گا جسے تم پسند کرتے ہو؟

(۶) یا ہم نے تم سے پکا عہد کر رکھا ہے' جو قیامت تک باقی رہنے والا ہے کہ تمہارے لیے وہی کچھ ہو گا جس کا تم اپنی

سَلْهُمْ اَيُّهُمْ بِذٰلِكَ زَعِيْمٌ ﴿٤٠﴾

ان سے پوچھو تو کہ ان میں سے کون اس بات کا ذمہ دار (اور دعویدار) ہے؟[1] (۴۰)

اَمْ لَهُمْ شُرَكَآءُ ۚ فَلْيَاْتُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ ﴿٤١﴾

کیا ان کے کوئی شریک ہیں؟ تو چاہیے کہ اپنے شریکوں کو لے آئیں اگر یہ سچے ہیں۔[2] (۴۱)

يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّيُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ﴿٤٢﴾

جس دن پنڈلی کھول دی جائے گی اور سجدے کے لیے بلائے جائیں گے تو (سجدہ) نہ کر سکیں گے۔[3] (۴۲)

خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۗ وَقَدْ كَانُوْا يُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ وَهُمْ سٰلِمُوْنَ ﴿٤٣﴾

نگاہیں نیچی ہوں گی اور ان پر ذلت و خواری چھا رہی ہو گی'[4] حالانکہ یہ سجدے کے لیے (اس وقت بھی) بلائے جاتے تھے جبکہ صحیح سالم تھے۔[5] (۴۳)

فَذَرْنِيْ وَمَنْ يُّكَذِّبُ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ ۭ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ

پس مجھے اور اس کلام کو جھٹلانے والے کو چھوڑ دے[6]

بابت فیصلہ کرو گے۔

(۱) کہ وہ قیامت والے دن ان کے لیے وہی کچھ فیصلہ کروائے گا جو اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے لیے فرمائے گا۔

(۲) یا جن کو انہوں نے شریک ٹھہرا رکھا ہے' وہ ان کی مدد کر کے ان کو اچھا مقام دلوا دیں گے؟ اگر ان کے شریک ایسے ہیں تو ان کو سامنے لائیں تاکہ ان کی صداقت واضح ہو۔

(۳) بعض نے کشف ساق سے مراد قیامت کے شدائد اور اس کی ہولناکیاں لی ہیں لیکن ایک صحیح حدیث میں اس کی تفسیر اس طرح بیان ہوئی ہے کہ قیامت والے دن اللہ تعالیٰ اپنی پنڈلی کھولے گا' (جس طرح کہ اس کی شان کے لائق ہے) تو ہر مومن مرد اور عورت اس کے سامنے سجدہ ریز ہو جائیں گے' البتہ وہ لوگ باقی رہ جائیں گے جو دکھلاوے اور شہرت کے لیے سجدے کرتے تھے' وہ سجدہ کرنا چاہیں گے لیکن ان کی ریڑھ کی ہڈی کے منکے' تختے کی طرح ایک ہڈی بن جائیں گے جس کی وجہ سے ان کے لیے جھکنا ناممکن ہو جائے گا (صحیح بخاری' تفسیر سورۂ نٓ والقلم) اللہ تعالیٰ کی یہ پنڈلی کس طرح کی ہو گی؟ اسے وہ کس طرح کھولے گا؟ اس کیفیت کو ہم جان سکتے ہیں نہ بیان کر سکتے ہیں۔ اس لیے جس طرح ہم بلا کیف و بلا تشبیہ اس کی آنکھوں' کان' ہاتھ وغیرہ پر ایمان رکھتے ہیں' اسی طرح پنڈلی کا ذکر بھی قرآن اور حدیث میں ہے' اس پر بلا کیف ایمان رکھنا ضروری ہے۔ یہی سلف اور محدثین کا مسلک ہے۔

(۴) یعنی دنیا کے برعکس ان کا معاملہ ہو گا' دنیا میں تکبر و عناد کی وجہ سے ان کی گردنیں اکڑی ہوتی تھیں۔

(۵) یعنی صحت مند اور توانا تھے' اللہ کی عبادت میں کوئی چیز ان کے لیے مانع نہیں تھی۔ لیکن دنیا میں اللہ کی عبادت سے یہ دور رہے۔

(۶) یعنی میں ہی ان سے نمٹ لوں گا' تو ان کی فکر نہ کر۔

حَیْثُ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۴۴﴾

ہم انہیں اس طرح آہستہ آہستہ کھینچیں گے کہ انہیں معلوم بھی نہ ہو گا۔[1] (۴۴)

وَ اُمْلِیْ لَهُمْ ؕ اِنَّ كَیْدِیْ مَتِیْنٌ ﴿۴۵﴾

اور میں انہیں ڈھیل دوں گا' بیشک میری تدبیر بڑی مضبوط ہے۔[2] (۴۵)

اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ﴿۴۶﴾

کیا تو ان سے کوئی اجرت چاہتا ہے جس کے تاوان سے یہ دبے جاتے ہوں۔[3] (۴۶)

اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَیْبُ فَهُمْ یَكْتُبُوْنَ ﴿۴۷﴾

یا کیا ان کے پاس علم غیب ہے جسے وہ لکھتے ہوں۔[4] (۴۷)

فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَ لَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ ۘ اِذْ نَادٰی وَ هُوَ مَكْظُوْمٌ ﴿۴۸﴾

پس تو اپنے رب کے حکم کا صبر سے (انتظار کر)[5] اور مچھلی والے کی طرح نہ ہو جا جب[6] کہ اس نے غم کی حالت میں دعا کی۔[7] (۴۸)

---

(۱) یہ اسی استدراج (ڈھیل دینے) کا ذکر ہے جو قرآن میں کئی جگہ بیان کیا گیا ہے اور حدیث میں بھی وضاحت کی گئی ہے کہ نافرمانی کے باوجود' دنیوی مال و اسباب کی فراوانی' اللہ کا فضل نہیں ہے' اللہ کے قانون امہال کا نتیجہ ہے' پھر جب وہ گرفت کرنے پر آتا ہے تو کوئی بچانے والا نہیں ہوتا۔

(۲) یہ گزشتہ مضمون ہی کی تاکید ہے۔ کَیْدٌ خفیہ تدبیر اور چال کو کہتے ہیں' اچھے مقصد کے لیے ہو تو اس میں کوئی برائی نہیں ہے۔ اسے اردو زبان کا کید نہ سمجھا جائے جس میں ذم ہی کا مفہوم ہوتا ہے۔

(۳) یہ خطاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے لیکن توبیخ ان کو کی جا رہی ہے جو آپ پر ایمان نہیں لا رہے تھے۔

(۴) یعنی کیا غیب کا علم ان کے پاس ہے' لوح محفوظ' ان کے تصرف میں ہے کہ اس میں سے جو بات چاہتے ہیں' نقل کر لیتے ہیں (وہاں سے لکھ لاتے ہیں) اس لیے یہ تیری اطاعت اختیار کرنے اور تجھ پر ایمان لانے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ نہیں' ایسا نہیں ہے۔

(۵) فَاَصْبِرْ میں فَاء تفریع کے لیے ہے۔ یعنی جب واقعہ ایسا نہیں ہے تو اے پیغمبر! تو فریضۂ رسالت ادا کرتا رہ اور ان مکذبین کے بارے میں اللہ کے فیصلے کا انتظار کر۔

(۶) جنہوں نے اپنی قوم کی روش تکذیب کو دیکھتے ہوئے عجلت سے کام لیا اور رب کے فیصلے کے بغیر ہی از خود اپنی قوم کو چھوڑ کر چلے گئے۔

(۷) جس کے نتیجے میں انہیں مچھلی کے پیٹ میں' جب کہ وہ غم و اندوہ سے بھرے ہوئے تھے' اپنے رب کو مدد کے لیے پکارنا پڑا۔ جیسا کہ تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

لَوْلَآ اَنْ تَدٰرَكَهٗ نِعْمَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ لَنُبِذَ بِالْعَرَآءِ
وَهُوَ مَذْمُوْمٌ ﴿۴۹﴾
فَاجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَجَعَلَهٗ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۵۰﴾
وَاِنْ يَّكَادُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَيُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ
وَيَقُوْلُوْنَ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ ﴿۵۱﴾
وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۵۲﴾

اگر اسے اس کے رب کی نعمت نہ پالیتی تو یقیناً وہ برے حالوں میں چٹیل میدان میں ڈال دیا جاتا۔[۱] (۴۹)
اسے اس کے رب نے پھر نوازا[۲] اور اسے نیک کاروں میں کر دیا۔[۳] (۵۰)
اور قریب ہے کہ کافر اپنی تیز نگاہوں سے آپ کو پھسلا دیں،[۴] جب کبھی قرآن سنتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں یہ تو ضرور دیوانہ ہے۔[۵] (۵۱)
درحقیقت یہ (قرآن) تو تمام جہان والوں کے لیے سراسر

---

(۱) یعنی اللہ تعالیٰ اگر انہیں توبہ و مناجات کی توفیق نہ دیتا اور ان کی دعا قبول نہ فرماتا تو انہیں ساحل سمندر کے بجائے، جہاں ان کے سائے اور خوراک کے لیے بیل دار درخت اگا دیا گیا، کسی بنجر زمین میں پھینک دیا جاتا اور عنداللہ ان کی حیثیت بھی مذموم رہتی، جب کہ قبولیت دعا کے بعد وہ محمود ہو گئے۔

(۲) اس کا مطلب ہے کہ انہیں توانا و تندرست کرنے کے بعد دوبارہ رسالت سے نواز کر انہیں اپنی قوم کی طرف بھیجا گیا۔ جیسا کہ سورۂ صافات، ۱۴۶ سے بھی واضح ہے۔

(۳) اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ''کوئی شخص یہ نہ کہے کہ میں یونس بن متی سے بہتر ہوں''۔ (صحیح مسلم، کتاب الفضائل باب فی ذکر یونس.....) مزید دیکھئے: صفحہ -۱۰۹ حاشیہ نمبر-۱

(۴) یعنی اگر تجھے اللہ کی حمایت و حفاظت نہ ہوتی تو ان کفار کی حاسدانہ نظروں سے تو نظر بد کا شکار ہو جاتا۔ یعنی ان کی نظر تجھے لگ جاتی۔ امام ابن کثیر نے اس کا یہی مفہوم بیان کیا ہے، مزید لکھتے ہیں: ''یہ اس بات کی دلیل ہے کہ نظر کا لگ جانا اور اس کا دوسروں پر، اللہ کے حکم سے، اثر انداز ہونا، حق ہے۔ جیسا کہ متعدد احادیث سے بھی ثابت ہے، چنانچہ احادیث میں اس سے بچنے کے لیے دعائیں بھی بیان کی گئی ہیں۔ اور یہ بھی تاکید کی گئی ہے کہ جب تمہیں کوئی چیز اچھی لگے تو ماشاء اللہ یا بارک اللہ، کہا کرو۔ تاکہ اسے نظر نہ لگے، اسی طرح کسی کو کسی کی نظر لگ جائے تو فرمایا، اسے غسل کروا کے اس کا پانی اس شخص پر ڈالا جائے جس کو اس کی نظر لگی ہے۔ (تفصیل کے لیے دیکھئے تفسیر ابن کثیر اور کتب حدیث) بعض نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ یہ تجھے تبلیغ رسالت سے پھیر دیتے۔

(۵) یعنی حسد کے طور پر بھی اور اس غرض سے بھی کہ لوگ اس قرآن سے متأثر نہ ہوں، بلکہ اس سے دور ہی رہیں۔ یعنی آنکھوں کے ذریعے سے بھی یہ کفار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتے اور زبانوں سے بھی آپ کو ایذا پہنچاتے اور آپ کے دل کو مجروح کرتے۔

نصیحت ہی ہے۔[1] (۵۲)

سورۂ حاقہ مکی ہے اور اس میں باون آیتیں اور دو رکوع ہیں۔

سُوْرَةُ الْحَاقَّةِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اَلْحَاۗقَّةُ ۙ﴿۱﴾

ثابت ہونے والی[2] (۱)

مَا الْحَاۗقَّةُ ۚ﴿۲﴾

ثابت ہونے والی کیا ہے؟[3] (۲)

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحَاۗقَّةُ ۭ﴿۳﴾

اور تجھے کیا معلوم کہ وہ ثابت شدہ کیا ہے؟[4] (۳)

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ وَعَادٌۢ بِالْقَارِعَةِ ﴿۴﴾

اس کھڑکا دینے والی کو ثمود اور عاد نے جھٹلا دیا تھا۔[5] (۴)

فَاَمَّا ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا بِالطَّاغِيَةِ ﴿۵﴾

(جس کے نتیجہ میں) ثمود تو بے حد خوفناک (اور اونچی) آواز سے ہلاک کر دیئے گئے۔[6] (۵)

وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ۙ﴿۶﴾

اور عاد بیحد تیز و تند ہوا سے غارت کر دیئے گئے۔[7] (۶)

---

(۱) جب واقعہ یہ ہے کہ یہ قرآن جن و انس کی ہدایت و رہنمائی کے لیے آیا ہے تو پھر اس کو لانے والا اور بیان کرنے والا مجنون (دیوانہ) کس طرح ہو سکتا ہے؟

(۲) یہ قیامت کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ اس میں امرالٰہی ثابت ہو گا اور خود یہ بھی بہرصورت وقوع پذیر ہونے والی ہے' اس لیے اسے اَلْحَاۗقَّةُ سے تعبیر فرمایا۔

(۳) یہ لفظاً استفہام ہے لیکن اس کا مقصد قیامت کی عظمت اور فخامت شان بیان کرنا ہے۔

(۴) یعنی کس ذریعے سے تجھے اس کی پوری حقیقت سے آگاہی حاصل ہو؟ مطلب اس کے علم کی نفی ہے۔ گویا کہ تجھے اس کا علم نہیں' کیوں کہ تو نے ابھی اسے دیکھا ہے اور نہ اس کی ہولناکیوں کا مشاہدہ کیا ہے' گویا کہ وہ مخلوقات کے دائرۂ علم سے باہر ہے (فتح القدیر) بعض کہتے ہیں کہ قرآن میں جس کی بابت بھی صیغہ ماضی مَا اَدْرٰىكَ استعمال کیا گیا ہے' اس کو بیان کر دیا گیا ہے اور جس کو مضارع کے صیغے وَمَا يُدْرِيْكَ کے ذریعے سے بیان کیا گیا ہے' اس کا علم لوگوں کو نہیں دیا گیا ہے۔ (فتح القدیر وایسر التفاسیر)

(۵) اس میں قیامت کو کھڑکا دینے والی کہا ہے' اس لیے کہ یہ اپنی ہولناکیوں سے لوگوں کو بیدار کر دے گی۔

(۶) طَاغِيَةٌ ایسی آواز جو حد سے تجاوز کر جانے والی ہو' یعنی نہایت خوف ناک اور اونچی آواز سے قوم ثمود کو ہلاک کیا گیا' جیسا کہ پہلے متعدد جگہ گزرا۔

(۷) صَرْصَرٍ پالے والی ہوا۔ عَاتِيَةٍ ' سرکش' کسی کے قابو میں نہ آنے والی۔ یعنی نہایت تند و تیز' پالے والی اور بے قابو

سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ ۙ حُسُوْمًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى ۙ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ۷

جسے ان پر لگاتار سات رات اور آٹھ دن تک (اللہ نے) مسلط رکھا[1] پس تم دیکھتے کہ یہ لوگ زمین پر اس طرح گر گئے جیسے کہ کھجور کے کھوکھلے تنے ہوں۔[2] (۷)

فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْۢ بَاقِيَةٍ ۸

کیا ان میں سے کوئی بھی تجھے باقی نظر آرہا ہے؟(۸)

وَجَآءَ فِرْعَوْنُ وَمَنْ قَبْلَهٗ وَالْمُؤْتَفِكٰتُ بِالْخَاطِئَةِ ۚ ۹

فرعون اور اس سے پہلے کے لوگ اور جن کی بستیاں الٹ دی گئی'[3] انہوں نے بھی خطائیں کیں۔(۹)

فَعَصَوْا رَسُوْلَ رَبِّهِمْ فَاَخَذَهُمْ اَخْذَةً رَّابِيَةً ۱۰

اور اپنے رب کے رسول کی نافرمانی کی (بالآخر) اللہ نے انہیں (بھی) زبردست گرفت میں لے لیا۔[4] (۱۰)

اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَآءُ حَمَلْنٰكُمْ فِي الْجَارِيَةِ ۙ ۱۱

جب پانی میں طغیانی آگئی[5] تو اس وقت ہم نے تمہیں کشتی میں چڑھالیا۔[6] (۱۱)

لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً وَّتَعِيَهَآ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ ۱۲

تاکہ اسے تمہارے لیے نصیحت اور یادگار بنادیں'[7] اور (تاکہ) یاد رکھنے والے کان اسے یاد رکھیں۔[8] (۱۲)

فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ ۙ ۱۳

پس جبکہ صور میں ایک پھونک پھونکی جائے گی۔[9] (۱۳)

ہوا کے ذریعے سے حضرت ہود علیہ السلام کی قوم عاد کو ہلاک کیا گیا۔

(۱) حَسْمٌ کے معنی کاٹنے اور جدا جدا کردینے کے ہیں اور بعض نے حُسُوْمًا کے معنی پے در پے کئے ہیں۔

(۲) اس سے ان کے درازیٔ قد کی طرف بھی اشارہ ہے خَاوِيَةٌ کھوکھلے۔ بے روح جسم کو کھوکھلے تنے سے تشبیہ دی ہے۔

(۳) اس سے قوم لوط مراد ہے۔

(۴) رَابِيَةٌ، رَبَا يَرْبُوْ سے ہے جس کے معنی زائد کے ہیں۔ یعنی ان کی ایسی گرفت کی جو دوسری قوموں کی گرفت سے زائد یعنی سب میں سخت تر تھی۔ گویا اَخْذَةً رَّابِيَةً کا مفہوم ہوا' نہایت سخت گرفت۔

(۵) یعنی پانی ارتفاع اور بلندی میں تجاوز کر گیا یعنی پانی خوب چڑھ گیا۔

(۶) کم سے مخاطب عہد رسالت کے لوگ ہیں' مطلب ہے کہ تم جن آبا کی پشتوں سے ہو' ہم نے انہیں کشتی میں سوار کرکے بھرے ہوئے پانی سے بچایا تھا۔ اَلْجَارِيَةِ سے مراد سفینۂ نوح علیہ السلام ہے۔

(۷) یعنی یہ فعل کہ کافروں کو پانی میں غرق کردیا اور مومنوں کو کشتی میں سوار کرا کے بچالیا' تمہارے لیے اس کو عبرت و نصیحت بنادیں تاکہ تم اس سے نصیحت حاصل کرو اور اللہ کی نافرمانی سے بچو۔

(۸) یعنی سننے والے' اسے سن کر یاد رکھیں اور وہ بھی اس سے عبرت پکڑیں۔

(۹) مکذبین کا انجام بیان کرنے کے بعد اب بتلایا جارہا ہے کہ یہ «اَلْحَاقَّةُ» کس طرح واقع ہوگی اسرافیل کی ایک ہی

وَّحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً ﴿۱۴﴾

اور زمین اور پہاڑ اٹھا لیے جائیں[1] گے اور ایک ہی چوٹ میں ریزہ ریزہ کر دیے جائیں گے۔ (۱۴)

فَيَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ﴿۱۵﴾

اس دن ہو پڑنے والی (قیامت) ہو پڑے گی۔ (۱۵)

وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ ﴿۱۶﴾

اور آسمان پھٹ جائے گا اور اس دن بالکل بودا ہو جائے گا۔[2] (۱۶)

وَّالْمَلَكُ عَلٰٓى اَرْجَآئِهَا ۚ وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ ﴿۱۷﴾

اس کے کناروں پر فرشتے ہوں گے،[3] اور تیرے پروردگار کا عرش اس دن آٹھ (فرشتے) اپنے اوپر اٹھائے ہوئے ہوں گے۔[4] (۱۷)

يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ ﴿۱۸﴾

اس دن تم سب سامنے پیش کیے[5] جاؤ گے، تمہارا کوئی بھید پوشیدہ نہ رہے گا۔ (۱۸)

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ۙ فَيَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ ﴿۱۹﴾

سو جسے اس کا نامۂ اعمال اسکے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا[6] تو وہ کہنے لگے گا کہ لو میرا نامۂ اعمال پڑھو۔[7] (۱۹)

پھونک سے یہ برپا ہو جائے گی۔

(۱) یعنی اپنی جگہوں سے اٹھا لیے جائیں گے اور قدرت الٰہی سے اپنی قرار گاہوں سے ان کو اکھیڑ لیا جائے گا۔

(۲) یعنی اس میں کوئی قوت اور استحکام نہیں رہے گا جو چیز پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے، اس میں استحکام کس طرح رہ سکتا ہے۔

(۳) یعنی آسمان تو ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے پھر آسمانی مخلوق فرشتے کہاں ہوں گے؟ فرمایا، وہ آسمانوں کے کناروں پر ہوں گے، اس کا ایک مطلب تو ہو سکتا ہے کہ فرشتے آسمان پھٹنے سے قبل اللہ کے حکم سے زمین پر آجائیں گے تو گویا فرشتے دنیا کے کنارے پر ہوں گے، یا یہ مطلب ہو سکتا ہے کہ آسمان ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو کر مختلف ٹکڑوں میں ہو گا تو ان ٹکڑوں پر جو زمین کے کناروں میں اور بجائے خود ثابت ہوں گے، ان پر ہوں گے۔ (فتح القدیر)

(۴) یعنی ان مخصوص فرشتوں نے عرش الٰہی کو اپنے سروں پر اٹھایا ہوا ہو گا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس عرش سے مراد وہ عرش ہو جو فیصلوں کے لیے زمین پر رکھا جائے گا جس پر اللہ تعالیٰ نزول اجلال فرمائے گا۔ (ابن کثیر)

(۵) یہ پیشی اس لیے نہیں ہو گی کہ جن کو اللہ نہیں جانتا، ان کو جان لے، وہ تو سب کو ہی جانتا ہے، یہ پیشی خود انسانوں پر حجت قائم کرنے کے لیے ہو گی۔ ورنہ اللہ سے تو کسی کی کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔

(۶) جو اس کی سعادت، نجات اور کامیابی کی دلیل ہو گا۔

(۷) یعنی وہ مارے خوشی کے ہر ایک کو کہے گا کہ لو پڑھ لو، میرا اعمال نامہ تو مجھے مل گیا ہے، اس لیے کہ اسے پتہ ہو گا کہ اس میں

اِنِّیْ ظَنَنْتُ اَنِّیْ مُلٰقٍ حِسَابِیَهْ ﴿۲۰﴾

مجھے تو کامل یقین تھا کہ مجھے اپنا حساب ملنا ہے۔(۱) (۲۰)

فَهُوَ فِیْ عِیْشَةٍ رَّاضِیَةٍ ﴿۲۱﴾

پس وہ ایک دل پسند زندگی میں ہو گا۔(۲۱)

فِیْ جَنَّةٍ عَالِیَةٍ ﴿۲۲﴾

بلند و بالا جنت میں۔(۲) (۲۲)

قُطُوْفُهَا دَانِیَةٌ ﴿۲۳﴾

جس کے میوے جھکے پڑے ہوں گے۔(۳) (۲۳)

كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِیْٓــٴًـۢا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِی الْاَیَّامِ الْخَالِیَةِ ﴿۲۴﴾

(ان سے کہا جائے گا) کہ مزے سے کھاؤ، پیو اپنے ان اعمال کے بدلے جو تم نے گزشتہ زمانے میں کیے۔(۴) (۲۴)

وَ اَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ ۙ۬ فَیَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِیَهْ ﴿۲۵﴾

لیکن جسے اس (کے اعمال) کی کتاب اس کے بائیں ہاتھ میں دی جائے گی، وہ تو کہے گا کہ کاش کہ مجھے میری کتاب دی ہی نہ جاتی۔(۵) (۲۵)

وَ لَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِیَهْ ﴿۲۶﴾

اور میں جانتا ہی نہ کہ حساب کیا ہے۔(۶) (۲۶)

یٰلَیْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِیَةَ ﴿۲۷﴾

کاش! کہ موت (میرا) کام ہی تمام کر دیتی۔(۷) (۲۷)

مَاۤ اَغْنٰی عَنِّیْ مَالِیَهْ ﴿۲۸﴾

میرے مال نے بھی مجھے کچھ نفع نہ دیا۔(۲۸)

هَلَكَ عَنِّیْ سُلْطٰنِیَهْ ﴿۲۹﴾

میرا غلبہ بھی مجھ سے جاتا(۸) رہا(۲۹)

اس کی نیکیاں ہی نیکیاں ہوں گی، کچھ برائیاں ہوں گی تو وہ اللہ تعالیٰ نے معاف فرما دی ہوں گی یا ان برائیوں کو بھی حسنات میں تبدیل کر دیا ہو گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کے ساتھ فضل و کرم کی یہ مختلف صورتیں اختیار فرمائے گا۔

(۱) یعنی آخرت کے حساب کتاب پر میرا کامل یقین تھا۔

(۲) جنت میں مختلف درجات ہوں گے، ہر درجے کے درمیان بہت فاصلہ ہو گا، جیسے مجاہدین کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جنت میں سو درجے ہیں جو اللہ نے مجاہدین فی سبیل اللہ کے لیے تیار کیے ہیں۔ دو درجوں کے درمیان زمین و آسمان جتنا فاصلہ ہو گا"۔ (صحیح مسلم، کتاب الإمارة، صحیح بخاری، کتاب الجهاد)

(۳) یعنی بالکل قریب ہوں گے یعنی کوئی لیٹے لیٹے بھی توڑنا چاہے گا تو ممکن ہو گا۔ قُطُوْفٌ، قِطْفٌ کی جمع ہے، چنے یا توڑے ہوئے، مراد پھل ہیں۔ مَا یُقْطَفُ مِنَ الثِّمَارِ

(۴) یعنی دنیا میں اعمال صالحہ کیے، یہ جنت ان کا صلہ ہے۔

(۵) کیوں کہ نامۂ اعمال کا بائیں ہاتھ میں ملنا بد بختی کی علامت ہو گا۔

(۶) یعنی مجھے بتلایا ہی نہ جاتا، کیوں کہ سارا حساب ان کے خلاف ہو گا۔

(۷) یعنی موت ہی فیصلہ کن ہوتی اور دوبارہ زندہ نہ کیا جاتا تاکہ یہ روز بد نہ دیکھنا پڑتا۔

(۸) یعنی جس طرح مال میرے کام نہ آیا، جاہ و مرتبہ اور سلطنت و حکومت بھی میرے کام نہ آئی۔ اور آج میں اکیلا ہی

خُذُوۡهُ فَغُلُّوۡهُ ﴿۳۰﴾
(حکم ہو گا) اسے پکڑ لو پھر اسے طوق پہنا دو۔ (۳۰)

ثُمَّ الۡجَحِيۡمَ صَلُّوۡهُ ﴿۳۱﴾
پھر اسے دوزخ میں ڈال دو۔ [1] (۳۱)

ثُمَّ فِىۡ سِلۡسِلَةٍ ذَرۡعُهَا سَبۡعُوۡنَ ذِرَاعًا فَاسۡلُكُوۡهُ ﴿۳۲﴾
پھر اسے ایسی زنجیر میں جس کی پیمائش ستر ہاتھ کی ہے جکڑ دو۔ [2] (۳۲)

اِنَّهٗ كَانَ لَا يُؤۡمِنُ بِاللّٰهِ الۡعَظِيۡمِ ﴿۳۳﴾
بیشک یہ اللہ عظمت والے پر ایمان نہ رکھتا تھا۔ [3] (۳۳)

وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الۡمِسۡكِيۡنِ ﴿۳۴﴾
اور مسکین کے کھلانے پر رغبت نہ دلاتا تھا۔ [4] (۳۴)

فَلَيۡسَ لَهُ الۡيَوۡمَ هٰهُنَا حَمِيۡمٌ ﴿۳۵﴾
پس آج اس کا نہ کوئی دوست ہے۔ (۳۵)

وَّلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنۡ غِسۡلِيۡنٍ ﴿۳۶﴾
اور نہ سوائے پیپ کے اس کی کوئی غذا ہے۔ [5] (۳۶)

لَّا يَاۡكُلُهٗۤ اِلَّا الۡخٰطِئُوۡنَ ﴿۳۷﴾
جسے گناہ گاروں کے سوا کوئی نہیں کھائے گا۔ [6] (۳۷)

فَلَاۤ اُقۡسِمُ بِمَا تُبۡصِرُوۡنَ ﴿۳۸﴾
پس مجھے قسم ہے ان چیزوں کی جنہیں تم دیکھتے ہو۔ (۳۸)

وَمَا لَا تُبۡصِرُوۡنَ ﴿۳۹﴾
اور ان چیزوں کی جنہیں تم نہیں دیکھتے۔ [7] (۳۹)

اِنَّهٗ لَقَوۡلُ رَسُوۡلٍ كَرِيۡمٍ ﴿۴۰﴾
کہ بیشک یہ (قرآن) بزرگ رسول کا قول ہے۔ [8] (۴۰)

یہاں سزا بھگتنے پر مجبور ہوں۔

(۱) یہ اللہ تعالیٰ، ملائکہ جہنم کو حکم دے گا۔

(۲) یہ ذِرَاعٌ (ہاتھ)، کس کا ذراع ہو گا؟ اور یہ کتنا ہو گا؟ اس کی وضاحت ممکن نہیں، تاہم اس سے اتنا معلوم ہوا کہ زنجیر کی لمبائی ستر ذراع ہو گی۔

(۳) یہ مذکورہ سزا کی علت یا مجرم کے جرم کا بیان ہے۔

(۴) یعنی عبادت و اطاعت کے ذریعے سے اللہ کا حق ادا کرتا تھا اور نہ وہ حقوق ادا کرتا تھا، جو بندوں کے بندوں پر ہیں۔ گویا اہل ایمان میں یہ جامعیت ہوتی ہے کہ وہ حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کی ادائیگی کا اہتمام کرتے ہیں۔

(۵) بعض کہتے ہیں کہ یہ جہنم میں کوئی درخت ہے، بعض کہتے ہیں کہ زقوم ہی کو یہاں غِسْلِیْن کہا گیا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ جہنمیوں کی پیپ یا ان کے جسموں سے نکلنے والا خون اور بدبودار پانی ہو گا أَعَاذَنَا اللهُ مِنْهُ.

(۶) خَاطِئُوْنَ سے مراد اہل جہنم ہیں جو کفرو شرک کی وجہ سے جہنم میں داخل ہوں گے۔ اس لیے کہ یہی گناہ ایسے ہیں جو خلود فی النار کا سبب ہیں۔

(۷) یعنی اللہ کی پیدا کردہ وہ چیزیں، جو اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی قدرت و طاقت پر دلالت کرتی ہیں، جنہیں تم دیکھتے ہو یا نہیں دیکھتے، ان سب کی قسم ہے۔ آگے جواب قسم ہے۔

(۸) بزرگ رسول سے مراد حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور قول سے مراد تلاوت ہے یعنی رسول

وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ۭ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ۝ ۙ ٤١
یہ کسی شاعر کا قول نہیں [1] (افسوس) تمہیں بہت کم یقین ہے۔(۴۱)

وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۝ ۭ ٤٢
اور نہ کسی کاہن کا قول ہے، [2] (افسوس) بہت کم نصیحت لے رہے ہو۔ [3] (۴۲)

تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ ٤٣
(یہ تو) رب العالمین کا اتارا ہوا ہے۔ [4] (۴۳)

وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ ۝ ۙ ٤٤
اور اگر یہ ہم پر کوئی بھی بات بنا لیتا۔ [5] (۴۴)

لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ۝ ۙ ٤٥
تو البتہ ہم اس کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے۔ [6] (۴۵)

ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ ۝ ڮ ٤٦
پھر اس کی شہ رگ کاٹ دیتے۔ [7] (۴۶)

کریم کی تلاوت ہے یا قول سے مراد ایسا قول ہے جو یہ رسول کریم اللہ کی طرف سے تمہیں پہنچاتا ہے۔ کیوں کہ قرآن' رسول یا جبرائیل علیہ السلام کا قول نہیں ہے' بلکہ اللہ کا قول ہے' جو اس نے فرشتے کے ذریعے سے پیغمبر پر نازل فرمایا ہے' پھر پیغمبر اسے لوگوں تک پہنچاتا ہے۔

(۱) جیسا کہ تم سمجھتے اور کہتے ہو۔ اس لیے کہ یہ اصناف شعر سے ہے نہ اس کے مشابہ ہے' پھر یہ کسی شاعر کا کلام کس طرح ہو سکتا ہے؟

(۲) جیسا کہ بعض دفعہ تم یہ دعویٰ بھی کرتے ہو' حالاں کہ کہانت بھی ایک شئے دیگر ہے۔

(۳) قلت دونوں جگہ نفی کے معنی میں ہے' یعنی تم بالکل قرآن پر ایمان لاتے ہو نہ اس سے نصیحت ہی حاصل کرتے ہو۔

(۴) یعنی رسول کی زبان سے ادا ہونے والا یہ قول' رب العالمین کا اتارا ہوا کلام ہے۔ اسے تم کبھی شاعری اور کبھی کہانت کہہ کر اس کی تکذیب کرتے ہو؟

(۵) یعنی اپنی طرف سے گھڑ کر ہماری طرف منسوب کر دیتا' یا اس میں کمی بیشی کر دیتا' تو ہم فوراً اس کا مؤاخذہ کرتے اور اسے ڈھیل نہ دیتے۔ جیسا کہ اگلی آیات میں فرمایا۔

(۶) یا دائیں ہاتھ کے ساتھ اس کی گرفت کرتے' اس لیے کہ دائیں ہاتھ سے گرفت زیادہ سخت ہوتی ہے اور اللہ کے تو دونوں ہاتھ ہی دائیں ہیں۔ (كَمَا فِي الْحَدِيْثِ)

(۷) خیال رہے یہ سزا' خاص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ضمن میں بیان کی گئی ہے جس سے مقصد آپ کی صداقت کا اظہار ہے۔ اس میں یہ اصول بیان نہیں کیا گیا ہے کہ جو بھی نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرے گا تو جھوٹے مدعی کو ہم فوراً سزا سے دوچار کر دیں گے۔ لہٰذا اس سے کسی جھوٹے نبی کو اس لیے سچا باور نہیں کرایا جا سکتا کہ دنیا میں وہ مؤاخذۂ الٰہی سے بچا رہا۔ واقعات بھی شاہد ہیں کہ متعدد لوگوں نے نبوت کے جھوٹے دعوے کیے اور اللہ نے انہیں ڈھیل دی اور دنیوی مؤاخذے سے وہ بالعموم محفوظ ہی رہے۔ اس لیے اگر اسے اصول مان لیا جائے تو پھر متعدد جھوٹے مدعیان نبوت کو ''سچا